استفسارات صحابہ۔حکم اور عصری معنویت

اسلم حیات*

The process of learning starts with the question.Even a child starts learning about the things from the way of asking the questions.The companions of the holy prophet (PBUH) used the method of seeking knowledhe from the holy prophet very effectivly .T he knowledge for the welfare of humanity.in this article it is tried to descibe the importance of question in different ways, and what are utilities and the benefits of question in the present era.

استفسار و استفہام کا لغوی مفہوم

1- استفسار

استفسر ،یستفسر ،استفسار بر وزن استفعال باب"استفعال" سے مصدر ہے اور اس کا مادہ (ف۔س۔ر) یعنی فسر ہے۔

سوال کرنا، پوچھنا، دریافت، سوال، تفتیش، تلاش، رجوع، حوالہ، وضاحت طلب کرنا۔

استفہام

1- سمجھنے کی خواہش کرنا 2-دریافت کرنا، کسی بات کا پوچھنا، (فہم۔ سمجھانا)

استفہام استخباری یا حقیقی: جس سے صرف دریافت کرنا مقصود ہو جیسے تم کیا کرتے ہو۔

استفہام اقراری: جس سے ثبوت پایا جائے۔ سوال بعنوان نفی ہوتا ہے۔ جیسے کرتے کیوں نہیں۔

استفہام انکاری: جس سے نفی مقصود ہوتی ہے۔

استفہام مجازی: جس میں سوال کی نقیض معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اقراری اور انکاری۔([1])

2. (i) Question: (Inquiry, Call to account)

سوال کرنا، پوچھنا، جواب طلب کرنا، جرح کرنا، تحقیقات کرنا، سوال جواب کرنا، کسی شخص کے بیان کی صحت میں شک کرنا، معترض ہونا، شک و شبہ کرنا۔

ii) Query: Inquiry

سوال، استفسار، تحقیق، دریافت، طلب بات، پوچھ گچھ، پوچھنا، سوال پیش کرنا، شک و شبہ ظاہر کرنا([2])

*پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

3. Question, an Inquiry, an interrogation.

دریافت، استفسار، تفتیش، سوال، تامل، شبہ، امر بحث طلب، مباحثہ، تکرار، موضوع، مسئلہ، مقدمہ، تحقیق طلب مسئلہ۔

اسم الاستفہام:

هو اسم یستعلم بہ عن شئی او امر۔([3])

4. Question:

(ا) "ا" سوال، "ب" مسئالۃ، قضیہ "ج" جدل اوخلاف "د" اقتراح یطرح علی التصویت، "ہ" طرح الاقتراح علی التصویت۔

(2) "ا" استفہام، استطلاع "ب" استجواب، "ج" تعذیب۔

(3) یسال، یستفہم

. Query5

(ا) سوال، تساؤل (2) شک (3) علامۃ استفہام (4) یسال، یستفہم (5) یستساء ل (6) یشک فی یُدی شکۃ فی (7) یضع علامۃ استفہام تری من این لنا ان ناتی بالمال([4])

فسر، فسراًۃ الامر، واضح کرنا، ظاہر کرنا، المغطی ڈھکے ہوئے کو کھول دینا، فسر، فسراًو تفسیرۃ۔

فسرہ، واضح کرنا، ظاہر کرنا۔

تفسر۔واستفسر۔فلاناعنالامر واستفسرہٗ ہالامر، واضحکرانا، واضحکرنے کو کہنا۔([5])

6- Question

(1) دریافت، پوچھ گچھ، کسی مسئلے سے متعلق استفسار، تحقیقات، کسی مشتبہ یا مشکوک بات پر بحث مباحثہ، اعتراض۔

(2) (کسی شخص سے) دریافت، سوال (کسی بات کے لیے) خاص کر عدالتی تحقیقات کے سلسلے میں اقبال جرم کے لیے کسی شخص کو تکلیف دینا۔

(3) سوال، استفسار، استفہام، تحقیقات، جملہ، سوالیہ، موضوع بحث مسئلہ۔

(4) کسی مسئلے پر سوالیہ اظہار بیان جس پر بحث و تمحیص کی جائے، کوئی موضوع جو کم و بیش مشکل یا غیر متعین ہو۔ خاص کر کسی جلسے میں یا اسمبلی میں (خصوصاً پارلیمنٹ میں) زیر بحث ہو۔

(5) دو جماعتوں میں وہ مسئلہ، قضیہ یا موضوع جو زیر بحث ہو۔

(6) مقدمہ جس کے متعلق بحث کرنی مقصود ہو۔

(7) کوئی دریافت طلب بات۔([6])

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے "رافع اللغات" میں اور دیگر اردو، انگریزی اور عربی لغات میں استفسار و استفہام کا کم و بیش مذکورہ معنی و مفہوم ہی بیان کیا گیا ہے۔انگریزی لغات میں استفسار و استفہام کے لیے" Question "اور "Query" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں

استفسار واستفہام کااصطلاحی مفہوم

سید احمد ہاشمی:

الاستفہام ھو طلب العلم شئی لم یکن معلوما من قبل۔([7])

کسی نامعلوم شے یا حالت کے متعلق واقفیت حاصل کرنا۔"([8]

احمد مصطفٰی المراغی کے مطابق:

"ھو طلب فھم شئی لم یتقدم علم بہ۔([9]

فواد نغمہ:

استفہام کو کچھ اس انداز سے واضح کرتے ہیں۔

"اسلوب یستعمل للاستفسار عن شئی ماء وکل استفہام یطلب جوابا۔([10])

جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں:

استفہام طلب فہم کو کہتے ہیں اور واستخبار کے معنی میں آتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ استخبار وہ ہوتا ہے جو کہ بیشتر پہلی مرتبہ بیان ہو چکا ہو اور پوری طرح سمجھ میں نہ آیا ہو لہٰذا جبکہ تم اسے دریافت کروگے تو یہ استفسار دوم استفہام کے نام سے موسوم ہوگا۔([11]

الدکتور امیل بدیع یعقوب کے مطابق

ھو طلب معرفۃ اسم الشئی، او حقیقۃ، او عددہ، او صفۃ لاحقۃ بہ۔([12]

ان مختلف تعریفات سے استفہام کا جو مفہوم سامنے آتا ہے وہ یہی کہ کسی شے، حالت، عدد یا حقیقت کے متعلق واقفیت حاصل کرنا ہے۔اس میں طلب فہم کا پہلو ہوتا ہے۔

- رسول اکرم ﷺ کی تعلیم اور صحابہ کے سوالات
- صحابہ کرام کے سوالات اور آپ ﷺ کے جوابات
- سوالات پوچھنے کی اجازت

- سوال۔۔۔طالب علم کا حق
- حصول علم میں حجاب کی ممانعت
- انصاری عورتوں کے سوالات
- اچھے سوال پر سائل کی تعریف
- صحابہ کرام کا حسن ادب اور سوال کا انداز
- غیر ضروری سوالات کی ممانعت
- ناپسندیدہ سوالات پر اظہار ناراضگی
- باعث مشقت بننے والے سوالات کی ممانعت
- خطبات نبوی ﷺ میں اسلوب استفہام کا استعمال
- خطبہ غزوہ حنین
- خطبہ حجۃالوداع
- دوران خطاب سوالات کے جواب

خالق کائنات نے تخلیق آدم کے ساتھ ہی اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا۔ خالق کائنات نے خود فریضہ معلّمی دیتے ہوئے آدم علیہ السلام کو علم الاسماء سکھایا۔

و علم آدم الاسماءکلها ([13])

اس کے بعد خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے ہر ہر فرد، مرد و عورت کے لیے تعلیم و تربیت کا ایک ایسا اعلیٰ و ارفع سلسلہ جاری فرمایا جو اپنے دامن میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائ و رسل لیے ہوئے ہے۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ ہر نبی کا بنیادی منصب معلم ہی کا رہا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے اپنے اسی منصب کا اظہار انما بعثت معلما([14]) کہہ کر کیا۔

اور اس سلسلہ کی آخری کڑی کو خود خالق کائنات نے بھی معلم کتاب و حکمت فرمایا۔

ویعلمهم الكتاب والحكمة([15])

آپ ﷺ نے انسانیت کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک خاص حکمت سے کام لیا۔ یہ حکمت عملی بے حد موثر ثابت ہوئی کہ 'نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر' اسلامی تعلیمات مقبول عام ہو گئیں۔

آپ ﷺ کی حکمت عملی کے موثر ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے معاشرے میں تعلیم وتربیت کا کام سر انجام دیا جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا، پورا معاشرہ جاہل تھا اور لوگ اس (جہالت) پر فخر کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے جو طریقہ تدریس اختیار کیا اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ پرلے درجے کے جاہل عالم بن گئے پھر انھوں نے آپ ﷺ کی میراث کا حق اس طرح ادا کیا کہ عرب و عجم کے کونے کونے میں پھیل گئے اور علم کی شمعیں روشن کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو معلم کامل کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔([16])

رسول اکرم ﷺ ساری انسانیت کے معلم و مربی ہیں۔ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ ﷺ نے حکیمانہ طریقے اختیار فرمائے۔ آپ ﷺ کا انداز تکلم ایسا واضح اور دل نشین تھا کہ سننے والوں کو بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ آپ ﷺ سامعین اور حاضرین محفل سے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات کرتے۔ آپ ﷺ کی گفتگو سادہ، آسان اور عام فہم ہوتی۔([17])

رسول اکرم ﷺ تو اس بات کے شدید خواہش مند ہوا کرتے تھے کہ جو کچھ آپ ﷺ کے دل میں ہے اس کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں اور اس کا وہی مفہوم سمجھا جائے جو آپ ﷺ چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ سامع کو بات سمجھا کر چھوڑتے تھے۔ مفہوم تک پہنچانے اور بہترین مفہوم پیش کرنے اور موقع کی مناسبت سے بات کرنے میں رسول اللہ ﷺ اسلوب بیان کی جس چوٹی پر فائز تھے اس بھی آپ ﷺ کو اس ضمن میں مدد فراہم کی([18])۔

آپ ﷺ میں معلم کامل کی تمام صفات موجود تھیں اور آپ ﷺ نے معلم کامل ہونے کی حیثیت سے تعلیم وتربیت کے وہ تمام طریقے اور اسالیب استعمال فرمائے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی ان سے مستفید ہو رہی ہے اور ان سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ کامیاب معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے متعلقہ فن اور موضوع میں ماہر با کمال ہو۔ آپ ﷺ علم کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ و علمک مال تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما0([19])

رسول اکرم ﷺ کے فصیح و بلیغ اسالیب کلام میں سے ایک اہم اسلوب استفہامی اسلوب بیان ہے۔ جو ہماری اس بات تک رسائی کرتا ہے کہ گفتگو کو کس طرح سہل اور دلنشین بنایا جائے۔ معانی کا انکشاف کیا جائے اور مراد کو فہم کے قریب کیا جائے۔ آپ ﷺ نے اپنے طریقہ تدریس کے دوران اس اسلوب کو کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا وافر حصہ اس طریقہ تدریس کی بدولت ہم

تک پہنچا ہے۔ اس طریقہ تعلیم کی اہمیت وافادیت تعلیم و تعلم سے واسطہ رکھنے والے لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور یہ موجودہ دور میں بھی خصوصاً معلومات مواد ذہن نشین کرانے کے لیے دوسرے طریقوں سے بدرجہا موثر ہے۔ تعلیم وارشاد کے لیے آپ ﷺ اس طریقہ تدریس کی افادیت سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ بہت سی معلومات آپ ﷺ اس طریقہ سے ذہن نشین کرواتے تھے۔(20) جو کچھ بتانا ہوتا اسے سوال کی شکل میں رکھتے پھر صحیح جواب ارشاد فرماتے۔ دوسروں کو بھی آزادی سے سوال پوچھنے کا موقع دیتے البتہ لغو اور لایعنی سوالوں کے لیے یا تو مناسب انداز میں منع فرمادیتے یا صرف نظر کر جاتے۔ غیر متعلق سوال ہوتا تو بات ختم کرنے کے بعد علیحدہ سے جواب ارشاد فرما دیتے۔[21]

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ مسجد میں ہی رہتے تھے البتہ مصلیٰ سے اٹھ کر اس مقام پر آکر بیٹھ جاتے جہاں (اسطوانہ) ستون توبہ واقع ہے۔ یہ جگہ منبر شریف اور حجرہ مبارک کے درمیان میں چوتھا ستون ہے۔ آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے۔ ہم میں سے کوئی شخص قرآن سے متعلق سوال کرتا تھا کوئی فرائض (وراثت) کے مسائل دریافت کرتا تھا، کوئی خواب کی تعبیر دریافت کرتا۔(22)

یہ ایک آزادانہ طریقہ تعلیم تھا۔ دین سے متعلق ہر قسم کی بات وہاں دریافت کی جاتی۔ آپ ﷺ مسائل کو سمجھاتے اور اس کی تشفی فرماتے تھے۔ اس درس میں شرکت کی نیت سے صحابہ کرام کی اکثریت مسجد نبوی میں نماز ادا کرتی تھی۔ مجبوری کی وجہ سے جو صحابہ کرام درس میں شریک نہ ہو پاتے وہ حاضر ہونے والے صحابہ کرام سے مسائل پوچھ لیتے تھے۔ بعض صحابہ کرام نے آپس میں اتفاق کر لیا تھا کہ ایک روز ایک صحابی جاتے اور دوسرے روز دوسرے صحابی اور ایک دوسرے کو باخبر کرتے، اس طریقہ سے ان کا ناغہ نہیں ہوتا تھا۔(23)

جدید طریقہ ہائے تدریس میں سوالات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اسے سبق کو آگے بڑھانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ سوالات شاگردوں کی طرف سے بھی ہوتے ہیں اور اساتذہ کی طرف سے بھی۔ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ سوالات کے ذریعے تعلیم و تعلم کا سلسلہ آگے بڑھاتے اور اس طریقہ کو آپ ﷺ نے کثرت سے استعمال کیا۔(24)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"العلم خزانۃ مفتاحیھا السئوال" [25]

آپ ﷺ کی تعلیم کے دوران عموماً تین قسم کے سوالات کا استعمال ہوتا تھا۔

1۔ حضور ﷺ کی تعلیم، صحابہ کرام کے وضاحتی سوالات اور آپ ﷺ کی تشریح۔

2۔ حضور ﷺ کے سوالات اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے جوابات اور حضور ﷺ کی تشریح۔

3۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سوالات اور حضور ﷺ کے جوابات۔

حضور ﷺ کی تعلیم اور صحابہ کرام کے سوالات

بعض اوقات جب آپ ﷺ تعلیم دے رہے ہوتے تو دوران تعلیم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین وضاحت کے لیے سوالات کرتے اور آپ ﷺ ان سوالات کے جوابات مرحمت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے مجلس میں تین مرتبہ فرمایا: واللہ لا یومن۔

صحابہ نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ یارسول اللہ ﷺ ۔آپ ﷺ نے بتایا کہ جس آدمی کے شر و فساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔[26]

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اُس کے جس نے میرا انکار کیا۔

کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابیٰ

قیل من ابیٰ یا رسول اللہ؟

قال من اطاعنی فقد دخل الجنۃ و من عصانی فقد ابیٰ-([27])

حضور ﷺ کے سوالات اور صحابہ کرام کے جوابات

بعض اوقات حضور ﷺ حاضرین مجلس سے خود سوال فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کے سوال پر عام طور پر اللہ و رسولہ اعلم کہتے تھے۔ پھر آپ ﷺ خود ہی انہیں جواب دے کر ان کو تعلیم دیتے تھے۔([28])

"عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ زنا، شراب اور چوری کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو۔ ہم نے کہا اللہ رسولہ اعلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب فواحش ہیں اور ان میں عقوبت ہے۔ پھر کہا کہ کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتائوں؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اوران سے بے تعلّقی ، پھر سنبھل کر فرمایا اور جھوٹ بولنا۔"[29]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں سے کس کو اپنے ذاتی مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پسند ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب کو اپنا مال محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنا مال آگے بڑھایا (صدقہ و خیرات کیا) وہ اس کا مال ہے اور جو مال چھوڑا وہ وارث کا مال ہے۔ ([30])

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے سوال کیا:
"قال رسول اللہ □ ان من الشجر شجرة لا یسقط ورقها وانها مثل المسلم فحد ثرنی ماهیَ فوقع الناس فی شجر البوادی۔
قال عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رفع فی نفسی انها النخلة، فاستحیت
ثم قالوا: حدثنا ماهی یا رسول اللہ□ هی النخلة۔[31]

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سوالات اور آپ ﷺ کے جوابات

حاضرین مجلس رسول اکرم ﷺ سے دینی امور کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے جوابات دیتے تھے۔ حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک بات آپ ﷺ سے سنی ہے جس میں تردد ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا شک احد کم فی الامر فلیسئلنی عنہ۔ (جمع الفوائد، آداب العلم والسؤال و القیاس و الفتیا والکتابۃ، ج1، ص24)

جب تم میں سے کوئی کسی بات پر شک کرے تو مجھ سے پوچھ لے۔

اس کے بعد مقداد بن اسود نے اپنا شک بیان کیا اور آپ نے تسلی بخش جواب دیا۔

ایک مرتبہ ابوذر غفاری نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ۔ پھر ابوذر نے پوچھا کہ کیسا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے آقا کے نزدیک محبوب اور گراں قیمت ہو۔ ابوذر نے کہا اگر میں ان میں سے کسی عمل کی استطاعت نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم کسی بے کس کی مدد کرو یا کسی نو آموز کا کام کرو۔ ابوذر نے کہا اگر یہ بھی نہ کر سکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھو یہ ایسا صدقہ ہے جو تم خود اپنے اوپر کروگے۔ (صحیح البخاری، کتاب العتق، باب ایالرقاب افضل، رقم الحدیث، 2518، ص207) (مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، رقم الحدیث 250، ص 52)

حضرت سفیان بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتا دیجیے جو اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ اور پھر اس کے بارے میں آپ کے علاوہ کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ امنت باللہ کہو ثم استقم پھر اس عقیدہ پر جم جائو۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، رقم الحدیث، 159، ص 39)

سوالات پوچھنے کی اجازت (احادیث نبوی ﷺ سے جواز)

تدریس میں طلبا کو فراہم کی جانے والی سہولتوں میں سے ایک اہم مسئلہ سوالات کا ہے۔ حقیقتاً دوران تدریس اکثر ایسے مواقع آتے ہیں جب طلبہ مسئلہ کو واضح طور پر نہیں سمجھ پاتے اور کئی طلبہ کے ذہن میں سبق یا موضوع سے متعلق سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس سے متعلق معلم سے مزید استفسار کریں۔

بعض طلبہ میں یہ خواہش مزید جاننے کی جستجو کے باعث بھی ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں معلم سے سوال پوچھنا لازمی ہو جاتا ہے۔ دوران تدریس معلم سے سوال پوچھنا یا وضاحت کے لیے معلم کی توجہ کسی خاص نکتہ کی طرف مبذول کروانا درس وتدریس میں رخنہ اندازی نہیں ہے۔

بعض ماہرین کے نزدیک سوال کرنا معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور ابتدائی عہد کے معلّمین کی تدریس سے کئی مثالیں ملتی ہیں جس کی روشنی میں کسی ایک نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے۔ (یاسین شیخ، عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم)

جس طرح نبی اکرم ﷺ سوال کر کے مخاطبین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے اور پھر کوئی حقیقت ان کے ذہن نشین کر دیتے اسی طرح آپ ﷺ اپنے مخاطبین، احباب اور رفقائ کو بھی سوالات کرنے کا موقع فراہم کرتے تھے تا کہ ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے شکوک و شبہات دور کیے جا سکیں۔ اگر وہ کسی مسئلے میں رہنمائی چاہیں تو وہ مدد بھی دی جا سکے۔ آپ ﷺ کبھی سوالات کرنے کی اجازت دیتے اور کبھی سوالات پر آمادہ کرتے اور کبھی سوالات کرنے والے کی ہمت افزائی کرتے۔ اس طرح گفتگو کرنے والے کو پوری طرح مطمئن کر دیتے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی منصب یا ذمہ داری پر فائز لوگ ایسے مواقع پر کنارہ کشی کی کوشش کرتے ہیں جہاں انھیں جواب دہی سے دوچار ہونا پڑے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ اپنے عظیم انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنے احباب و رفقاء کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا جواب دینا ضروری سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ سوال کرنے کا کس قدر موقع دیتے تھے اس کا اندازہ اس گفتگو سے ہوتا ہے جو عمرو بن عبسہ نے حضور ﷺ سے کی۔

عمرو بن عبسہ: شروع میں کون لوگ آپ کے ساتھ تھے؟
رسول اکرم ﷺ: ایک مرد آزاد اور ایک غلام (حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت بلال)
عمرو بن عبسہ: اسلام کیا ہے؟
رسول اکرم ﷺ: پاکیزہ گفتار اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔
عمرو بن عبسہ: ایمان کیا ہے؟
رسول اکرم ﷺ: صبر و سخاوت۔
عمرو بن عبسہ: کون سا اسلام افضل ہے؟
رسول اکرم ﷺ: جس ایمان کے ساتھ پسندیدہ اخلاق پائے جائیں۔
عمرو بن عبسہ: کس قسم کی نماز افضل ہے؟
رسول اکرم ﷺ: جس نماز میں دیر تک قیام کیا جائے۔
عمرو بن عبسہ: کیسی ہجرت افضل ہے؟
رسول اکرم ﷺ: یہ کہ تم ان چیزوں سے بچو جو تمھارے رب کی ناپسندیدہ ہیں۔
رسول اکرم ﷺ: جس کا گھوڑا میدان جنگ میں مارا جائے خود بھی شہید ہو۔
عمر بن عبسہ: کون سا وقت (نفل نماز کا) سب سے افضل ہے؟
رسول اکرم ﷺ: رات کا پچھلا پہر۔ ([32])

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو مفید اور ضروری سوالات پوچھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ حضور ﷺ بوقت ضرورت سائل کو اعادہ سوال سے بھی نہ روکتے تھے۔ ([33]) آپ ﷺ میں یہ خوبی بھی موجود تھی کہ طلبائے کے لازمی استفسار یا وضاحت کا برانہ مانتے تھے۔ بعض مواقع پر آپ ﷺ سامعین کا خیال کرتے ہوئے خود ہی بات کو دو تین مرتبہ دہرا دیتے۔ اس فعل کی تعلیمی افادیت بھی بہت زیادہ ہے۔ موجودہ تعلیمی نفسیات میں اس طریقہ کو اب شامل کیا گیا ہے مگر نبی اکرم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے یہ طریقہ رائج کیا۔ [34]

سوال کرنا طالب علم کا حق ہے

نبی کریم ﷺ کے اس طریقہ تعلیم سے طالب علم کا یہ استحقاق بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی بات نہ سن سکیں یا اچھی طرح نہ سمجھ سکیں تو اساتذہ سے بار بار دہرانے کی درخواست کر سکتے ہیں۔ سوال کرنا ان کا بنیادی حق ہے۔ (احمد شبلی، الدکتور، التربیۃ التعلیم فی الفکر الاسلامی، ص 385)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں ایک شخص کو جو زخمی تھا غسل کی حاجت ہوئی، لوگوں نے غسل کروا دیا۔ وہ ٹھٹھر کر مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو ناراض ہوئے اور فرمایا "اسے مار ڈالا، خدا انھیں مارے، کیا جہل کا علاج سوال نہ تھا۔" (السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب المجذور یتیمم، رقم الحدیث 337، ص61) اس واقعہ سے آپ ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سوال نہ پوچھا جائے تو غلطی اور گمراہی کا امکان رہتا ہے اس لیے سوال پوچھنا ہی بہتر ہے تاکہ اپنی اصلاح ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے:

علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔ (یوسف بن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ، ج1، ص374)

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس جو کئی مضامین کا درس دیا کرتے تھے وہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ دوران تدریس سوالات پوچھے جائیں۔ انھوں نے مختلف مضامین کی تدریس کے لیے مختلف دن مقرر کر رکھے تھے۔

ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ انھوں نے اتنا علم کیسے حاصل کیا تو انھوں نے جواب دیا:

بلسان مسئول و بقلب عقول

پوچھنے والی زبان اور سمجھنے والے دل سے۔ ([35])

حضور اکرم ﷺ اور مقتدر معلّمین کے حوالوں سے دوران تدریس سوالات پوچھنے کی تائید ہوتی ہے۔ اس عمل کو بد اخلاقی یا گستاخی نہیں سمجھا جاتا بلکہ سوال کی ضرورت ہو اور سوال نہ کیا جائے تو اسے جہل کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا جو اساتذہ ایسے مواقع پر طالب علم کے سوالات یا استفسارات کو بد اخلاقی یا گستاخی تصور کرتے ہیں انھیں جاننا چاہیے کہ معلوم کرنے سے زیادہ سہل اور آسان کوئی طریقہ نہیں۔ پوچھنے کی اجازت تو خود اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائی ہے۔

فاسألو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔([36])

حصول علم میں حجاب کی ممانعت

علم کے معاملے میں حجاب نہیں کرنا چاہیے بلکہ جہاں کہیں مشکل در پیش ہو معلم سے سوال کیا جائے تاکہ وہ اس کی وضاحت کر دے اور بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔ غرض سوال کرنے سے نہ تو اساتذہ کی توہین ہوتی ہے اور نہ متعلّم کی۔

یہ عالم اور استاد کی عزت کی بات نہیں کہ شرم کی وجہ سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت نہ کیا جائے۔ یہ وہ قابل تعریف شرعی حیا نہیں جسے ایمان کا جز بتایا گیا بلکہ یہ ایک طرح کی کمزوری ہے۔ (یوسف القرضاوی، علامہ، تعلیم کی اہمیت سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص128)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے:

"خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے۔"

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے:

"جو کوئی علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر رہتا ہے۔"

عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے:

"بہت کچھ مجھے علم حاصل ہے لیکن جن باتوں کے سوال سے میں شرمایا تھا ان سے بڑھاپے میں بھی جاہل ہوں۔[37]"

مجاہد کا قول ہے:

لا یتعلم العلم مستحی۔[38]

انصاری عورتوں کے سوالات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرمایا کرتی تھیں کہ "خدا کی رحمت ہو انصاری عورتوں پر، شرم انھیں اپنا دین سیکھنے سے باز نہ رکھ سکی۔" ([39])

نبی کریم ﷺ سراپا حیا تھے آپ ﷺ پردہ نشین عورتوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔([40]) لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ مردوں اور عورتوں کو ضروری دینی معاملات کی تعلیم دیتے تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ "ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنھا (اسحاق کی دادی) رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ سے عرض کیا۔ (اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بھی آپ ﷺ کے پاس تھیں۔) یا رسول اللہ ﷺ عورت خواب میں وہی کچھ دیکھتی ہے جو آدمی دیکھتا ہے اور وہی چیز اپنے ہاں پاتی ہے جو مرد پاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے کہا 'اے ام سلیم تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا تمھارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو جائے۔'

آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! بلکہ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو جائے۔

اے ام سلیم، ہاں جب عورت ایسا دیکھے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔" ([41])

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ام سلیم کے سوال کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ خواتین کی حاجت کے پیش نظر اس کا جواب دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے ان پر اعتراض کی بنا پر انھیں کا احتساب فرمایا۔[42]

اگر کسی معاملے میں حیا غالب آ ہی جائے تو کسی اور کے ذریعے سے مسئلہ دریافت کر لینا چاہیے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مقداد اور حضرت عمار کے ذریعے ندی کے بارے میں مسئلہ دریافت فرمایا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ([43])

اچھے سوال پر سائل کی تعریف

آپ ﷺ نہ صرف صحابہ کرام کو سوالات کرنے کی اجازت دیتے بلکہ اچھا سوال کرنے پر سائل کی تعریف بھی فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اچھے سوال کو پسند فرماتے تھے۔

امام دائود طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت نقل کی ہے۔

قلت یا رسول اللہ اخبرتی بعمل یدخلی الجنہ۔

قال بسخ بسخ لقد سالت عن عظیم اللہ یسیر علی ما یسرہ اللہ۔ صل الصلاۃ المکتوبۃ و ادا الزکاۃ المفروضہ"([44])

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جنت میں داخل کرنے والا عمل بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ شاباش، شاباش، بے شک تو نے عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا اور بلا شبہ اس شخص کے لیے آسان عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ فرض نماز پڑھو اور فرض زکوۃ ادا کرو۔

اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے حضرت معاذ کے عمدہ سوال کو سراہا اور ان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

آفرین، آفرین بلا شبہ تو نے عظیم چیز کے متعلق سوال کیا۔ ([45])

صحابہ کرام کا حسن ادب اور سوال کا انداز

صحابہ کرام کی عمومی روش یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کا خطاب اور گفتگو سنتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے۔ بنی اسرائیل کی طرح لایعنی سوالات نہ کرتے اور کثرت سوالات سے بھی گریز کرتے۔

دربار رسالت میں باادب رہتے اور بڑھ چڑھ کر بات کرنے کی کوشش نہ کرتے۔ رسول اکرم ﷺ جب صحابہ کرام سے کوئی سوال کرتے تو اکثر ان کا جواب ہوتا "اللہ ورسولہ اعلم" خیال آرائی کی بجائے

ان کی توجہ نبی اکرم ﷺ کی طرف رہتی تاکہ ان سے استفادہ کر سکیں اور جو بات آپ ﷺ فرمانا چاہتے ہیں اس کو سمجھ لیں۔

صحابہ کرام حسن ادب کی وجہ سے کثرت سوالات سے گریز کرتے تھے البتہ وہ اس بات کے شدید متمنی رہتے کہ کوئی بدو آ کر آپ ﷺ سے سے دین کے متعلق سوالات کرے اور وہ جواب سنیں۔ ([46])

اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں موجود تھا، دیکھا کہ اطراف و جوانب سے سے بہت سے اعرابی اور بدوی آئے۔ تمام حاضرین مجلس ان کو دیکھ کر خاموش ہو گئے اور وہی لوگ بات کرتے رہے۔ انھوں نے کہا "یا رسول اللہ ! فلاں فلاں باتوں میں کیا حرج ہے حالانکہ ان میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے بندو! ظلم اور زیادتی سے کسی کا مال لینے میں حرج اور گناہ ہے۔"

پھر انھوں نے پوچھا کہ "کیا ہم علاج کر سکتے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں دوا سے علاج کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک مرض کے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔" انھوں نے کہا کہ "وہ کون سا مرض ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "بڑھاپا۔" پھر انھوں نے سوال کیا کہ "یا رسول اللہ انسان کو سب سے بہتر کیا چیز دی گئی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "حسن خلق۔" ([47])

لہٰذا سوال کرنے میں حسن ادب کا تقاضا یہ کہ دین میں سمجھ حاصل کرنے کی غرض سے سوال کیا جائے۔ مناسب وقت میں سوال کیا جائے اور جب استاد بات کر رہا ہو تو درمیان میں بات نہ کاٹی جائے اور اپنے طالب علم ساتھی کی بات بھی قطع نہ کی جائے جبکہ وہ سوال کر رہا ہو۔ ([48])

غیر ضروری سوالات کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دینی باتوں میں سوال کی عام اجازت تھی۔ اور آپ ﷺ ان کا جواب بھی دیا کرتے تھے۔ عمدہ سوال کی تعریف بھی فرماتے اور بعض اوقات سائل کو اس کے سوال سے بڑھ کر جواب بھی عنایت فرماتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ فضول اور بے کار سوالات کرنے والے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ ایسے سوالات پر بھی خفا ہوتے جو امت کے لیے مشقت کا سبب بنتے۔

ناپسندیدہ چیزوں کے متعلق سوال کرنے پر اظہار ناراضگی

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ناپسندیدہ باتوں کے متعلق سوال کیا گیا۔ جب آپ ﷺ سے (اسی قسم کے) بہت سے سوالات کیے گئے تو آپ ﷺ

ناراض ہو گئے اور پھر لوگوں سے فرمایا۔ مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ ایک آدمی نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا تمھارا باپ خذافہ ہے۔

ایک دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر دریافت کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔

جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرے کی کیفیت دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے روبرو توبہ کرتے ہیں۔[49]

ایک دوسری روایت میں ہے:

قبرک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی رکتبہ فقال: رضینا باللہ رباً و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیاً۔([50])

امام بخاری نے ان دونوں احادیث کو ایک ہی باب میں ذکر کیا اور باب کا عنوان " باب العضب فی اموعظۃ والتعلیم ازارای مایکرہ رکھا ہے۔

حافظ ابن حجر اس باب کے عنوان کی شرح کرے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"واعظ کو غصے والے شخص کی صورت میں ہونا چاہیے کیونکہ اس کے مقام کا تقاضا ہے کہ وہ ڈرانے والا ہونے کی بناپر (ناپسندیدہ سوالات پر) بیزاری کا اظہار کرے اور ایسے ہی معلم کو بھی شاگردوں کی کوتاہ فہمی پر تنقید کرتے ہوئے کرنا چاہیے۔ اس طرح سے اس بات کی قبولیت کے امکان زیادہ روشن ہو جاتے ہیں۔([51])

باعث مشقت بننے والے سوالات کی ممانعت

نبی کریمؐ نے ایسے سوالات کرنے سے منع فرمایا جو امت کے لیے باعث مشقت ہوں۔ حضرت ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اے لوگو، اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر حج کو فرض کیا ہے۔ لہٰذا تم حج کرو۔"

ایک شخص نے عرض کیا "ہر سال؟ یا رسول اللہ ﷺ۔

آپؐ خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اس بات کو دہرایا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر میں کہہ دیتا ہاں تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے۔"

پھر آپؐ نے فرمایا، "مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑ دوں، یقیناً تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ پس جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو اور جب میں کسی چیز سے روکوں تو اس سے رک جاؤ۔(52)

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ

کثرت سوال اور ان کی گہرائی میں جانے کی ممانعت پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

و استدلال بہ علی النھی عن کثرۃ المسائل التعمق فی ذلک۔(53)

بغوی نے شرح السنہ میں بیان کیا ہے کہ سوالات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم جو دین کے ضروری معاملات کے بارے میں تعلیمی مقصد کے پیش نظر ہوں۔ دوسری قسم کے سوالات وہ ہیں جو کہ تکلف و تصنع سے کیے گئے ہیں اور مشقت میں ڈالنے کی خاطر ہوں۔ اس حدیث کا مقصود اسی قسم کے سوالات ہیں۔ (واللہ تعالی اعلم)

خطبات نبویؐ میں اسلوب استفہام کا استعمال

انبیاء کرام کا مقصد عوام و خواص دونوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہوتا ہے لیکن چونکہ عوام کے مقابلے میں خواص کی تعداد کم ہوتی ہے اس لیے انبیاء کا لوگوں سے خطاب کرنا اس انداز سے ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم فہم رکھنے والوں کے ذہن میں بھی آسکے۔ انبیائے کرام لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرتے ہیں جو پیدائشی طور پر انسان میں پائی جاتی ہے۔ مراقبہ، مجاہدہ وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء کے خطاب کا موضوع نہیں ہوتا(54)

رسول اکرمؐ اپنے خطبات میں اس بات کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔ پھر جب رسول اکرمؐ کے اولین مخاطب عرب تھے تو انہیں ہدایت و تلقین کے لیے ایسے پیرایہ بیان کی ضرورت تھی جو علم و معانی میں بے مثل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلوب و الفاظ کے اعتبار سے بھی سب سے ممتاز ہو۔(55)

رسول اکرمؐ اپنے خطبات کے دوران ابلاغ و تفہیم کی خاطر اور بات واضح کرنے اور سمجھانے کے لیے سوال و جواب کا اسلوب بھی اختیار فرماتے تھے۔

اسلوب خطبہ کے بارے میں ابن ابی شیبہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ منبر پر آتے ہی لوگوں کی طرف منہ کرکے اسلام و علیکم کہتے۔ حمد باری تعالیٰ سے خطبے کا آغاز کرتے اور

پھر قرآن کریم کی کوئی سورت تلاوت فرماتے، پھر اس کی وضاحت فرماتے۔([56])جب کلام کو خاص طور پر موثر بنانا ہوتا تو آپؐ خطبہ کو سوال و جواب کی صورت میں ارشاد فرماتے۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے انصار کے سامنے جو خطبہ ارشار فرمایا وہ اول سے آخر تک سوال و جواب ہے۔ اسی طرح خطبہ حجۃالوداع میں بھی یہ اسلوب نمایاں ہے۔([57])

خطبہ (غزوہ) حنین

غزوہ حنین میں فتح کے بعد جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں ثقیف کے چھ ہزار بچے اور عورتیں، 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں اور چالیس ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ ([58]) کل اموال و غنائم کے پانچ حصے کیے گئے، چار حصے فوجیوں کے لیے مختص کیے گئے اور ایک حصہ خمس کے طور پر رکھا گیا۔ اس فتح میں تقسیم غنائم کے پرانے قاعدے میں ترمیم کر دی گئی۔ جس کی رو سے سوار کو 2 حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملنا تھا۔ اب سواروں کو تین گنا حصہ دیا گیا۔ اس طرح ہر سوار کو بارہ اونٹ اور 120 بکریاں ملیں۔([59])

مکہ کے وہ اشراف جنھیں اسلام قبول کیے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا انھیں مولفۃالقلوب کے طور پر نہایت فیاضانہ طریقے سے نوازا گیا تھا۔ ابو سفیان کو تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی ملی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ ملے اسی طرح نضیر بن حارث، صفوان بن امیہ، قیس بن عدی، سہیل بن عمرو، حوایطب بن عبدالعزی وغیرہ کو سو سو اونٹ ملے۔([60])

سیرۃ ابن اسحاق میں ابو سفیان اور حکیم بن حزام کے لیے بھی 100 اونٹوں کا ذکر ہے۔ ([61])

اہل مکہ اور نو مسلموں کو نہایت فیاضی سے نوازنے کی وجہ سے انصار میں احساس محرومی پیدا ہو گیا اور ان میں سے بعض نے اس تقسیم کو غیر منصفانہ قرار دے دیا۔

حنین کے غنائم میں سے انصار کے پیادہ سپاہیوں کا حصہ چار اونٹوں سے زیادہ نہ تھا۔ جبکہ عینیہ بن حصن، صفوان بن امیہ اور اقرع بن حابس جیسے آدمیوں نے 100 اونٹ حاصل کیے اور انھیں اسلام کی مدد میں کوئی سبقت حاصل نہ تھی۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں انصار نے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں جو بات کہی وہ یہ تھی ([62])

یغفر اللہ لرسول □یعطی قریشاًو یشرکناو سیو قفناتقطر من الدمائہم۔[63]

(اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو معاف فرمائے وہ قریش کو غنائم دے رہے ہیں اور ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔)

خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو انصار کی ناراضگی کے بارے میں بتایا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا "اے سعد اس بارے میں تیری پوزیشن کیا ہے؟" انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ما انا الامن قومی" (64)

یہ سن کر آپؐ نے حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع کریں نیز آپؐ نے حضرت سعد کو یہ حکم بھی دیا کہ اس مجلس میں انصار کے سوا کوئی شخص موجود نہ ہو۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپؐ اجتماع انصار کے پاس تشریف لائے۔ اس حالت میں کہ ناراضگی آپؐ کے چہرے سے ہویدا تھی۔ حمد و ثناء کے بعد آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے گروہ انصار! مجھے تمھاری جانب سے اس ناراضگی کا علم ہو گیا ہے جو تمھارے دلوں میں موجود ہے۔ (65)

پھر فرمایا

الم انا کم ضالا فھدا کم اللہ وعالۃ فاِغنا کم اللہ و اعصاء فالف اللہ بین قلوبکم۔

انصار نے کہا:

بلی اللہ و رسول امن و افضل۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

الا تجیبوننی یا معشر الالنصار؟

انصار نے جواب دیا:

بماذا نجیبک یا رسول اللہ؟ للہ ولرسولہ المن و افضل۔[66]

آپؐ نے فرمایا:

واللہ لو شئتم لقلم فصدقتم و صدقتم: جئتنا طریداً فاویناک و عائلاً فاتیناک و خائفاً فامناک، و مخدولاً فنصرناک۔ (67)

پھر فرمایا: اے انصار تم اپنے دلوں میں کچھ ناراضگی پاتے ہو اور بعض روایات میں ہے کہ تم اپنے دلوں میں دنیا کی آفت پاتے ہو۔ میں نے ان لوگوں سے دوستی کی ہے جو مسلمان ہوئے ہیں اور جو کچھ اسلام نے تمھیں دیا ہے میں نے تمھیں اس کے سپرد کیا۔ (68)

افلا ترضون یا معشر الانصار ان یذھب الناس الی رحالھم بالشاءوالبعیر و تدھبون برسول اللہ الی رحالکم؟ (69)

اے گروہ انصار کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاوٴ
اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک آدمی ہوتا اور اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار ایک میں تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔ اے اللہ انصار پر، ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں پر رحم فرما۔ پس انصار رو پڑے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور وہ پکار اٹھے یا رسول اللہ ﷺ ہم اس تقسیم پر راضی ہیں۔ ([70])

خطبہ حجۃ الوداع میں اسلوب استفہام کا استعمال

حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر میں حضورؐ نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔ جسے احادیث نے متواتر بیان کیا ہے۔ آپؐ نے اسے ہر لحاظ سے حد کمال تک پہنچایا۔ آپؐ نے پیغام خداوندی کو بندگانِ خدا تک پہنچانے کے لیے تبلیغ و ترسیل کا ہر وہ معروف اور احسن طریقہ کار استعمال فرمایا جو تبیین کلام اور ابلاغ پیغام ربانی میں ہر سامع و ناظر اور ہر مخاطب حاضر اور غائب کے دل پر دستک دے سکے تاکہ اس کے ذہن میں شک و ریب کا کوئی کانٹا اور ابہام و اشکال کا کوئی رخنہ باقی نہ رہنے پائے۔ داعی اعظمؐ نے فرد اور اجتماع سے رابطے کی تمام صورتوں کو اختیار فرمایا۔ یہاں تک کہ نطق و بیان، خطبہ و تقریر وعظ و تلقین، حکمت و موعظت، مذاکرہ، وصیت، تعلیم و تدریس، تشریح و تسہیل، رمز و اشارہ و تفسیر و کنائے کا کوئی پہلو ایسا نہیں جسے اسوہء رحمۃ للعالمینی میں بحد کمال نہ دیکھا جاسکے۔ ([71])

خطبہ حجۃ الوداع جسے عالمی منشور کی حیثیت حاصل ہے۔ آپؐ نے اس خطبہ میں چونکہ اہم باتوں کی تعلیم فرمانا تھی لہٰذا حاضرین کی توجہ کے حصول کے لیے آپؐ نے اسلوب استفہام کو اختیار فرمایا۔

امام بخاری ابوبکرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے یوم النحر کو ہم سے خطاب کیا اور فرمایا:

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پس آپؐ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم خیال کیا۔ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ ہوم النحر نہیں؟ ہم نے کہا بے شک یہ یوم النحر ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پس آپؐ خاموش ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپؐ اسے کسی اور نام سے موسوم کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا یہ یہ ذی الحجۃ نہیں؟ ہم نے کہا بے شک یہ ذی الحجۃ ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش

ہو گئے، حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپؐ اسے کسی اور نام سے موسوم کریں گے۔آپ نے فرمایا کیا یہ شہر حرام نہیں؟ ہم نے کہا بے شک یہ شہر حرام ہی ہے۔

آپؐ نے فرمایا تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح اس ماہ میں اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے۔ اور یہ حرمت تمھارے رب سے ملنے کے دن تک قائم رہے گی۔ آگاہ رہو میں نے یہ پیغام پہنچادیا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

آپؐ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ اور حاضر آدمی تک پہنچا دے۔ بہت سے آدمی جن تک بات پہنچائی جاتی ہے سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ پس میرے بعد پلٹ کر کفار نہ ہو جانا جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ ([72])

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرمؐ نے یوم النحر کو لوگوں سے خطاب فرمایا اور پوچھا۔ اے لوگو یہ کونسا دن ہے؟ انھوں نے جواب دیا حرمت والا دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا حرمت والا مہینہ۔ آپؐ نے فرمایا تمھارے خون۔ تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس ماہ میں اس شہر میں تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔ ([73])

راوی بیان کرتا ہے کہ آپؐ نے اس بات کو کئی بار دہرایا۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا۔ اے اللہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ آپؐ کی امت کو وصیت ہے۔ پس جو شخص موجود ہے وہ غیر موجود کو یہ وصیت پہنچادے جو میرے بعد کفار نہ بن جانا تم ایک دوسرے کو قتل کروگے۔

اور ترمذی نے اسے الفلاس سے بحوالہ یحیٰ القطان روایت کیا اور اس حسن صحیح کہا ہے۔ ([74])

خطبہ کے آخر میں آپؐ نے فرمایا۔

و انتم تسائلون عنی فماذا انتم قاتلون۔

(یعنی (روز قیامت) تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو آپ کیا جواب دیں گے؟)

قالو نشھد انک قد بلغت و اذیت و نصحت

سب نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیے۔

آپؐ نے نبوت و رسالت کا حق ادا کر دیا۔ اور کھرے کھوٹے کے متعلق بھی اچھی طرح بتا دیا۔

آپؐ نے آسمان کی طرف اپنی شہادت کی انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا

اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ۔

اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ۔
اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ۔ ([75])

دوران خطاب سوالوں کے جوابات

رسول اکرمؐ دوران خطاب لوگوں کے سوالوں کے جوابات بھی دیتے تھے اور سائل کو مطمئن فرما دیتےاور پھر اپنے سلسلہ گفتگو کو جاری فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی اکرمؐ جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے اس کے سوال کو نظر انداز کیا۔ حاضرین نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ شخص پھر بولا اور اپنا سوال دہرایا، جب تیسری بار بھی اس شخص نے اپنا سوال پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا:

و یحک ماذا اعدت لھا؟

افسوس ہے تجھ پر تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

وہ بولا۔ حب اللہ و رسولہ۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

انک مع من احببت([76])

تم ان ہی کے ساتھ ہوگے جنھیں تم محبت کرتے ہو۔

مسلم، نسائی اور بخاری نے روایت نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی نے دوران خطبہ روک کر آپؐ سے سوالات کیے۔ یہ آداب محفل کے خلاف تھا مگر آپؐ خطبہ دینے والی کرسی سے نیچے آئے، اس کے سوالات کے جواب دیے اور پھر اپنا خطبہ مکمل کیا۔ ([77])

حوالہ جات وحواشی

[1]-جامع اللغات، تاجران کتب بلر روڑ لاہور، 1330ھ، 1/191)

[2]- (English to English and Urdu Dictionary, Printers book house, Anarkali, Lahore 1965. P730)

[3]- معجم قواعد اللغۃ العربیہ فی جلد اول ولوحآت، مکتبہ لبنان، س۔ن 4/12

[4]-المورد، قاموس انگلیزی۔ عربی، دار العلم للملایین، بیروت 1967، ص: 749

[5]-مصباح اللغات، اسلامی اکادمی لاہور، ناشران اسلامی کُتب اردو بازار، س۔ن ص:633

[6] 828:English-Urdu Dictionary, New Delhi, India, P-

[7]-سید احمد ہاشمی، جواہر البلاغۃ، قراہ و قدم لہ الدکتور یحیٰ مراد موسسہ المختار للنشر والتوازیع، القاہرہ، 65 شارع النزھۃ مصر الجدیدۃ، ص 77

[8]- ابو عبداللہ محمد بن یوسف، سورتی، قواعد عربی، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد 1 کراچی، س-ن، ص 134۔

[9]-احمد مصطفیٰ المراغی، علوم البلاغۃ البیان والمعانی والبدیع۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان، ص 63

[10]-فواد نعمہ، ملخص قواعد اللغۃ العربیہ پبلشر انتشارات، حبل المتین، 1382ھ 188/1

[11]-سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، اسماعیل اکیڈمی، لاہور، س-ن 196/2

[12]-(الدکتور امیل بدیع یعقوب، موسوعۃ الصرف والنحو والاعراب، مکتبہ عثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ، ص 51

[13]-(البقرہ 31:2)

[14]-الداری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، سنن الداری، باب فی فصل العلم والعالم، رقم الحدیث، 355، ص 105

[15]-البقرہ 129:2

[16]-مہر سعید اختر، ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی حکمت تعلیم وتربیت، ماہنامہ افکار معلم (مارچ 2005) ص 17

[17]-منصوری، شبیر احمد، ڈاکٹر، پروفیسر، سوال اور مکالمہ تعلیم کا نبوی منہاج، (ماہنامہ) افکار معلم، مئی 2001، ص13

[18]-یوسف القرضاوی، علامہ، ترجمہ ارشاد الرحمٰن، رسول اللہ ﷺ اور تعلیم، ص 250

[19]-النساء 13:4

[20]-غلام عابد خان، عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم، ص 105

[21]-الخالدی، رانا ولی اللہ صادق، رسول اکرم ﷺ کا تعلیمی اسوہ اور پاکستان، ص 75

[22]-محمد بن سلمان، جمع الفوائد، باب آداب العلم السوال والقیاس، ج 1، ص 24

[23]-سید محمد سلیم، پروفیسر، اسلام کا نظام تعلیم، ص 33

[24]-ہاشمی، شفیق الرحمٰن، تعلیم اور تعلیمی نظریات، ص 122

[25]-احمد شبلی، الدکتور، التربیت التعلیم فی الفکر الاسلامی، ص 358

[26]-البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یا من جارہ بوائقہ، رقم الحدیث، 6016، ص 1052

[27]۔ صحیح البخاری، کتاب العتصام بالسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول ﷺ ، رقم الحدیث 7280، ص 1252
[28]۔اطہر مبارکپوری، قاضی، خیر القرون کی درسگاہیں، ص 68
[29]۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد باب عقوبۃ عقوق الوالدین، رقم 30، ص 25۔
[30]۔ صحیح البخاری، کتاب الفرقان، باب ماقدم من مالہ فھولہ، رقم الحدیث 2442، ص 1118
[31]۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول الحدیث حدثنا و اخبرنا و انبانا، رقم الحدیث 61، ص 24
[32]۔ندوی، مولانا، سراج الدین، رسول خدا کا طریقہ تربیت، ص 51
[33]۔ فضل الٰہی، ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ بحثیت معلم، ص 242
[34]۔یٰسین شیخ، عہد نبوی کا تعلیمی نظام، ص 96
[35]۔سید امیر علی، مترجم محمد ھادی حسین، سپرٹ آف اسلام، ص 464
[36]۔النحل، 43:16
[37]۔یوسف بن عبد البر، جامع بیان العلوم و فضلہ، ج 1، ص 382
[38]۔ یحیٰی حسن، آداب العالم والمتعلم، ص 342
[39]۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الحیائ فی العلم، رقم الحدیث، 130، ص 28
[40]۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ ، رقم الحدیث 3562، ص 598
[41]۔ صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مالا یستحیا من الحق اللتفقہ فی الدین، رقم الحدیث 6121، ص 1027، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب الغسل علی امراۃ یخروج المنی منھا، رقم الحدیث 709، ص 140
[42]۔ فضل الٰہی، ڈاکٹر، نبی اکرم ﷺ بحثیت معلم، ص 239
[43]۔یوسف قرضاوی، تعلیم کی اہمیت سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص 128
[44]۔ سلمان بن داوٗد، مسند ابی داوٗد الطیالسی، احادیث معاذ بن جبل، رقم الحدیث، 560، ص 76
[45]۔الجوہری، اسماعیل بن حماد، النصاح، باب ج 1، ص 366
[46]۔اطہر مبارکپوری، قاضی، خیر القرون کی درسگاہیں، ص 69
[47]۔الادب المفرد، باب حسن الخلق اذا فھوا، رقم الحدیث، 291، ص 109
[48]۔احمد شبلی، الدکتور، التربیۃ والتعلیم فی الفکر الاسلامی، ص 385

[49]۔(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العضب فی الموعظۃ والتعلیم، رقم الحدیث، 92، ص 21) (صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترک اکثاز سفر الہ، رقم الحدیث 6125، ص1038

[50]۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، بات من برک علی رکتبہ عنہ الامام، رقم الحدیث93، ص21

[51]۔العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، ج1، ص 252

[52]۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، رقم الحدیث 3357، ص564

[53]۔العسقلانی، ابن حجر، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنہ، باب القتدابسنن رسولؐ، ج13، ص263

[54]۔ محمد سعود، حضور ﷺ بطور معلم و محرک، (سہ ماہی) فکر و نظر، مارچ1976، شمارہ9، ص186

[55]۔ عزیز الرحمٰن، سید، خطبات نبویؐ، ربیع الاول 1427ھ، ص156

[56]۔صدیقی، عتیق الرحمٰن، نقوش سیرت، ص144

[57]۔ شبلی نعمانی، سید سلمان ندوی، سیرت النبیؐ، ج2، ص 145

[58]۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 2، ص326

[59]۔ نعیم احمد، ڈاکٹر، ایام حبیب ﷺ، ص 744

[60]۔احمد ہاشمیل، غزوہ حنین، ص273، 274

[61]۔ابن اسحٰق، السیرۃالنبویہ، ج2، ص584

[62]۔احمد بن ہاشمیل، ترجمہ مولانااختر فتح پوری، غزوہ حنین، ص282

[63]۔ابن کثیر، السیرۃالنبویہ، ج3، ص674

[64]۔اسحاق بن یسار، السیرۃالنبویہ، ج2، ص 587

[65]۔احمد ہاشمیل، مترجم مولانااختر فتح پوری، غزوہ حنین، ص 284

[66]۔اسحاق بن یسار، السیرۃالنبویۃ، ج2، ص 577

[67]۔ابن کثیر، السیرۃالنبویہ، ج3، ص 678

[68]۔احمد ہاشمیل، ترجمہ، مولانااختر مبارکپوری، غزوہ حنین، ص 285

[69]۔ عبدالملک بن ہشام، سیرۃالنبیؐ، ج4، ص148

[70]۔ 1 عبدالملک بن ہشام، سیرۃالنبیؐ، ج4، ص148)

2۔ابن کثیر، السیرۃالنبویہ، ج3، ص 679

[71]۔نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃالوداع، ص130

[72] (1) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، رقم الحدیث، 4406، ص 747)

(2) -(ابن کثیر، عماد الدین، ابدایہ والنھایا، ج5، ص 195)

(3) -(ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ج4، ص388) (4)-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج2، ص 343

(5) مبارکپوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، ص 619

[73] -البخاری محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، کتاب الحج، باب خطبۃ ایام منی، رقم الحدیث، 1739، ص 281

[74] -ابن کثیر، الھدایہ والنھایہ، ج5، ص 194

[75] -احمص حسن صحی البرۃ التوبۃ اللنش، ص 494) (منصوری، پوری، محمد سلیمان، رحمۃ اللعالمین، ج1، ص 229

[76] -مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب حدیث التعلیم، فی الخطبہ، رقم الحدیث، 2025، ص 351

[77] -النسائی، حمد بن شعیب، سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الجلوس علی الکرسی، رقم الحدیث 5379، ص 728